بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وسائر النبیین والذین اتبعوھم باحسان الیٰ یوم الدین۔ "حمد خدا کے لیے ہے جو پروردگار ہے سارے جہان کا۔ اور صلوٰۃ وسلام ہے سیدنا محمدؐ اور تمام انبیا پر اور ان سب لوگوں پر جو روز جزا تک سچائی کے ساتھ ان کی پیروی کریں"

اس کے بعد میں اعلان کرتا ہوں کہ ہدایت صرف وہ ہے جو خدا کی طرف سے اس کے نبی لائے، اور اس کے سوا سب گمراہی ہے۔ پیروی کے قابل صرف نبی کا طریقہ ہے اور اس کے سوا ہر دوسرے طریقہ کی پیروی باطل ہے نور صرف اللہ کی کتاب میں ہے اور اس کو چھوڑنے والے کے لیے تاریکیوں میں بھٹکنے کے سوا کچھ نہیں۔ بندگی، اطاعت، محبت سب کچھ خدائے واحد کے لیے ہے، اور ہر وہ اطاعت ومحبّت فاسد ہے جو لوجہ اللہ نہ ہو۔ فلاح وکامرانی صرف خدا کے قانون کی حکومت میں ہے، اور اس کے سوا ہر دوسرے قانون کی حکومت انسان کے لیے غارت گر وتباہ کن ہے۔ خدا کا قانون بالکلیہ انفرادی واجتماعی زندگی کے ہر معاملہ میں مسلمان کا رہنما ہے اور وہ شخص گمراہی میں مبتلا ہے جو بعض معاملات کو اس قانون کا تابع اور بعض کو اس سے آزاد رکھنا چاہتا ہے

اس اشاعت سے "ترجمان القرآن" کی زندگی کا ساتواں سال شروع ہو رہا ہے، اور میں اس سال کا آغاز بھی اسی مالک عالم وعالمیان کی حمد وثنا کے ساتھ کرتا ہوں جس کے فضل واحسان سے مجھ کو اب تک اپنی یہ ناچیز خدمت جاری رکھنے کی توفیق نصیب ہوتی رہی ہے۔ اللہ اکبر! اس بخشش کا بھی کوئی ٹھکانا ہے کہ ایک بے وسیلہ اور بے یار ومددگار آدمی دینی بے حسی، سیاسی ومذہبی جتھے بندی اور اخلاقی انحطاط کے اس دور میں، اس قسم کا ایک کڑوا اور بے لاگ رسالہ

پورے چھ برس نکالتا رہے، اور اس دوران میں اس کو کبھی کسی مخلوق کا منت کش نہ ہونا پڑے۔ انا عند ظن عبدی بی کسی کے لیے تو ادعائی چیز ہو گی، مگر میرے لیے یہ برسوں کی آزمائی ہوئی، پرکھی اور جانچی ہوئی حقیقت ہے۔ میں تو اس کو یوں جانتا ہوں جیسے کوئی آنکھوں دیکھی چیز کو جانتا ہے۔ جیسا گمان میں نے اول روز سے اپنے رب کے ساتھ قائم کیا تھا، قربان اس ذات پاک کے کہ ویسا ہی اس کو پایا اور برابر پائے جا رہا ہوں۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اس نے مجھے اپنی خوشنودی کے سوا کسی کی خوشنودی کا طالب نہ بننے دیا، اپنے غضب کے سوا کسی کے غضب سے خوفزدہ نہ ہونے دیا، اور اپنے در کے سوا کسی در کی طرف نظر احتیاج سے دیکھنے تک کا موقع نہ آنے دیا۔ اس نے پوچھا تھا الیس اللہ بکاف عبدہ؟ "کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟" میں نے سچے دل سے اقرار کیا "ہاں تو ہی میرے لیے کافی ہے" اور وہ حقیقت میں میرے لیے کافی ہو گیا، ایسا کافی ہوا کہ میرے اقرار کی لاج رکھنا بھی اس نے اپنے ہی ذمہ لے لیا۔ اس کی کفایت اور کمال درجہ کی کفایت کو حیدرآباد کی گوشہ نشینی میں بھی دیکھ چکا ہوں اور پنجاب کی اس خانہ بدوشانہ زندگی میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ پھر کیوں نہ میرا دل اس کے لیے شکر و احسان مندی کے جذبہ سے لبریز ہو جائے؟ اور کیوں میں اپنے رب سے بدگمانی کروں کہ اس کو چھوڑ کر دوسروں کی خوشنودی کا طالب بن جاؤں؟

اس رسالہ کی ترقی کے لیے بہت سی تمنائیں میرے دل میں ہیں۔ جس طرز پر یہ نکل رہا ہے میں اس سے مطمئن نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ایک زبردست انقلابی طاقت بن جائے۔ خیالات کا رُخ جاہلیت سے اسلام کی طرف پھیر دے۔ افکار کی تطہیر، تنویر اور تعمیر خالص اسلام کے اصولوں پر کرے۔ اسلام جو ایک جامد یادگار قدیم بنا کر رکھ دیا گیا ہے اس کو یہ ایک نامی، متحرک اور محرک نظام زندگی کی حیثیت سے پیش کرے۔ اعلیٰ درجہ کی تنقید کے ساتھ دنیا کی ایک ایک گمراہی کا استیصال کرے اور گہری تحقیق کے ساتھ زندگی کے ایک ایک مسئلہ کو اصول اسلام کے مطابق حل کرے۔ یہ تمنائیں دل میں پال رہا ہوں اور چھ برس سے اپنے جسم کی ساری طاقتیں ان ہی کے حاصل کرنے کے لیے خرچ کر رہا ہوں مگر بدقسمتی سے اکیلا اور نہتا ہوں۔ میری طاقت محدود ہے، وسائل مفقود ہیں، اور جو کچھ کرنا چاہتا ہوں وہ نہیں کر سکتا۔ ساتھ دینے والوں کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں مگر وہ کمیاب ہیں۔ کروڑوں مسلمانوں کی اس بستی میں اپنے آپ کو اجنبی اور غریب پاتا ہوں۔ جس جنون میں مبتلا ہوں اس کا مجنون مجھ کو کہیں نہیں ملتا۔ برسوں سے جن لوگوں تک اپنے خیالات پہنچا رہا ہوں ان کے بھی جب قریب جاتا ہوں تو وہ مجھ سے دور نظر آتے ہیں۔ ان کی دھن میری دھن سے الگ۔ ان کی گرویدگیوں کے مرکز میرے مرکز گرویدگی سے جدا۔ ان کی روح میری روح سے ناآشنا۔ ان کے کان میری زبان سے بیگانہ

یہ دنیا کوئی اور دنیا ہے جس سے میری فطرت مانوس نہیں۔ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اور جن نظریات، جن جذبات، جن اغراض و مقاصد اور جن اصولوں کی بنا پر ہو رہا ہے سب کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنے پر میں مجبور ہوں۔ میں اس کے اجزا میں سے بعض کا باغی اور بعض کا حامی نہیں ہوں بلکہ کُل کا باغی ہوں۔ میں ترمیم کا خواہشمند نہیں ہوں بلکہ موجودہ زندگی کی پوری عمارت کو توڑ ڈالنا چاہتا ہوں اور اس کی جگہ خالص اسلامی اصولوں پر دوسری عمارت بنانے کا خواہاں ہوں۔ اس کلّی و ہمہ گیر بغاوت میں کوئی مجھے اپنا ساتھی نہیں ملتا۔ ہر طرف مجھے جزوی باغی ہی ملتے ہیں جو اس بُتخانے کے کسی نہ کسی بُت سے لَو لگائے بیٹھے ہیں۔ ہر ایک کا مطالبہ یہ ہے کہ سب بُتوں کو توڑ دو مگر میرے بُت کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھنا۔ ایسی حالت میں ناگزیر ہے کہ جُزئی باغی کسی نہ کسی مرحلہ پر پہنچ کر مجھ سے الگ ہو جائیں۔ میرا ساتھ صرف کُلّی باغی ہی دے سکتے ہیں اور وہ کمیاب ہیں۔ جب تک وہ نہ ملیں اپنے محدود وسائل اور اپنی محدود طاقت سے محدود پیمانہ پر میں تنہا جو کچھ کر سکتا ہوں وہی کرتا رہوں گا۔

بعض اوقات اس صورت حال کو دیکھ کر میری بشری کمزوریاں میرا دل توڑنے لگتی ہیں۔ مگر جب وہ آواز میرے کانوں میں آتی ہے جس سے دنیا کے سب سے بڑے مسلمان نے اپنے غار کے رفیق کی ڈھارس بندھائی تھی تو میرے دل کی بجھتی ہوئی آگ پھر بھڑک اُٹھتی ہے: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔

اس رسالہ کی زندگی کا مقصد ابتدا سے حق کا اظہار و اعلان رہا ہے جس طرح حق کسی کی ہوائے نفس کا پابند نہیں اسی طرح یہ رسالہ بھی کسی کی ہوائے نفس کا پابند نہیں، حتیٰ کہ خود رسالہ کے ایڈیٹر کو بھی اپنی شخصی دلچسپیوں اور اپنے مفاد کے لیے اس کے صفحات استعمال کرنے کا حق نہیں ہے۔ اسی بنا پر یہ رسالہ کبھی کسی شخص یا جماعت کا نقیب نہیں بنا، اور نہ اس نے کسی شخص یا جماعت کی مخالفت کو مقصود بالذات قرار دیا۔ حق کسی کے دامن کے ساتھ بندھا ہوا نہیں ہے کہ جدھر جدھر وہ گردش کرے، حق بھی اس کے ساتھ چکر لگاتا رہے۔ لہٰذا کسی شخص یا گروہ کے ساتھ یہ دائمی معاہدہ کر لینا سراسر باطل ہے کہ وہ جو کچھ بھی کرے گا اس کی تائید و حمایت کی جائے گی۔ اور اسی طرح کسی کی مخالفت کو بھی مسلک بنا لینا حق پرستی کے سراسر خلاف ہے۔ ہمارے پاس صحیح و غلط میں تمیز کرنے کے لیے کتاب و سُنّت کی روشنی اور خدا کی بخشی ہوئی عقل و بصیرت موجود ہے۔ ہم کو اشخاص اور جماعتوں کے حلقۂ غلامی سے آزاد ہو کر اس روشنی میں اس

بصیرت سے کام لے کر دیکھنا چاہیے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ پھر اس طریقہ سے جو کچھ صحیح معلوم ہو اس کی حمایت کرنی چاہیئے اور جو کچھ غلط معلوم ہو اس کی مخالفت کرنی چاہیے قطع نظر اس کے کہ اس کا فائدہ کسے حاصل ہوتا ہے اور اس کی ضرب کس پر پڑتی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ پالیسی جو رسالہ اختیار کرے گا وہ ہمیشہ کسی کو خوش نہیں رکھ سکتا۔ آج وہ جس کے خیالات و اعمال کو صحیح سمجھ کر اس کی تائید کرتا ہے وہ اس پر خوش ہوتا ہے، اور کل اگر اسی کے کسی دوسرے خیال یا عمل کو وہ غلط سمجھ کر اس کی مخالفت کرے گا تو وہ اس سے ناراض ہو جائے گا۔ یہی اُتار چڑھاؤ اس رسالہ کی زندگی میں ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور شاید ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ پچھلی ۱۷ اشاعتوں میں سے شاید ہی کوئی اشاعت ایسی گذری ہوگی جس پر کسی نہ کسی شخص یا جماعت کو اس سے شکایت پیدا نہ ہوئی ہو۔

یہ تو وہ صورتِ حال ہے جو ابتدا سے قائم رہی ہے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ گذشتہ سال کی اشاعتوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس پر بعض دوستوں کی طرف سے ایسی سخت شکایتیں ہوئی ہیں کہ اس سے پہلے کبھی اتنی شکایتوں کی بھرمار مجھ پر نہ ہوئی تھی۔ چونکہ میں اپنے آپ کو غلطی سے پاک نہیں سمجھتا اس لیے میں نے ان تمام تحریروں کو جن کی شکایت کی گئی ہے، ایک مرتبہ پھر غور سے پڑھا، اور ان کا موازنہ اپنی اُن سابق تحریروں سے بھی کیا جن پر میرے یہی دوست کبھی تحسین و آفرین کے پھول برسایا کرتے تھے۔ اس موازنہ میں مجھ کو دونوں قسم کی تحریروں کے درمیان کوئی خاص فرق نظر نہ آیا۔ جس قسم کے الفاظ، اسلوب بیان اور طرزِ استدلال سے کام لینے کا میں ہمیشہ خوگر رہا ہوں اسی سے میں نے ان تحریروں میں بھی کام لیا ہے۔ اپنے علم و فہم کے مطابق کسی چیز کو غلط پا کر اس کی تردید جتنے زور سے میں پہلے کرتا تھا اتنے ہی زور سے ان تحریروں میں بھی کی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جس چیز کو پہلے "زورِ بیان" اور "طاقتورِ استدلال" کہا جاتا تھا، اسی کو اب تلخی و درشتی سے تعبیر کیا جاتا ہے؟ جو زبان پہلے داد کی مستحق تھی وہی اب شکایت کی سزاوار ہو گئی؟ اس سوال پر میں نے جتنا غور کیا، میری سمجھ میں اس کے سوا کوئی اور وجہ نہ آئی کہ پہلے جن تحریروں کی داد دی گئی تھی ان کی زد میرے ان دوستوں کی مخالف جماعت پر پڑتی تھی اس لیے ان کو اس میں تلخی محسوس نہ ہوئی بلکہ اس کے الفاظ

اور اسلوب بیان کو یہ متانت اور قوت استدلال سے تعبیر کرتے رہے ہیں۔ مگر اب جن تحریروں پر شکایت فرمائی جا رہی ہے ان کی زد خود ان حضرات اور ان کی عقیدت و نیاز مندی کے مرکزوں پر پڑتی ہے اس لیے ان میں تلخی، درشتی، یاوہ گوئی (بزبان شائستہ "طول کلامی") اور سارے ہی عیوب محسوس کیے جا رہے ہیں۔ غالباً میرے ان دوستوں کا مطالبہ یہ ہے کہ جن خیالات اور تحریکوں کو ہم بھی تمہاری طرح غلط سمجھتے ہوں ان کے مقابلہ میں تو تم کو استدلال کی پوری قوت صرف کر دینے کا حق ہے مگر جن خیالات اور تحریکوں کو ہم صحیح سمجھیں اور تم غلط سمجھو ان کے مقابلہ میں تمہیں کمزور استدلال اور پھسپھسی زبان سے کام لینا چاہیے تاکہ ہم آسانی کے ساتھ اس کا رد کر سکیں اور عامۃ الناس کے ذہن پر جو اثر تم ڈالنا چاہتے ہو وہ مترتب نہ ہو سکے۔

ہر شخص خود اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ مطالبہ کتنا معقول ہے اور کہاں تک اس کی پروا کی جانی چاہیے جن لوگوں نے اپنے دامن پارٹیوں کے ساتھ باندھ رکھے ہیں، جن کی عقیدتوں کی مرکز چند خاص شخصیتیں ہیں، اور جن کی دلچسپیوں کے دائرے محدود ہیں، وہ ایک آزاد روح اور بے لاگ ضمیر والے انسان کی پوزیشن نہیں سمجھ سکتے۔ میرے دل میں شخصیت پرستی اور پارٹی فیلنگ کے بت بیٹھے ہوئے نہیں ہیں اور نہ میں حق کے سوا کسی سے محبت اور باطل کے سوا کسی سے عداوت رکھتا ہوں، اس لیے مجھ سے یہ بن نہیں آتا کہ کوئی غلطی کرے تو میں بڑی بلند آہنگی کے ساتھ اس کی مخالفت کروں، اور کوئی دوسرا غلطی کرے تو میں زبان پر مہر سکوت لگاؤں، یا آواز نکالوں بھی تو وہ اتنی پست ہو کہ گویا حلق میں کچھ پھنس گیا ہے۔

بعض حضرات کو شکایت ہے کہ یہ پرچہ اپنے اصل مسلک اور اعلان کردہ مقصد سے ہٹ کر سیاسیات میں پڑ گیا ہے، اور اس نے اپنی اصلی قدر و قیمت کھو دی ہے۔ آج اس کے متعلق بھی میں کچھ عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ "سیاست ہے کیا چیز؟ اجتماعی زندگی کی تنظیم حاکمانہ قوت کے ساتھ کرنے کا نام سیاست ہے جماعتی زندگی کی صورت گری کرنے میں متعدد اسباب کا دخل ہوتا ہے۔ ایک قسم کے اسباب وہ ہیں جو فکری قوتوں کے واسطے سے جماعت پر اثر ڈالتے ہیں۔ دوسری قسم کے اسباب وہ ہیں جو مادّی ضروریات کے واسطہ سے اثر انداز ہوتے ہیں

تیسری قسم کے اسباب وہ ہیں جو نفاذ علم کی جبری طاقت کے بل پر اپنی تاثیر دکھاتے ہیں۔ ان سب اسباب کے درمیان ایک گہرا ربط ہے۔ یہ خود بھی ایک دوسرے پر اثر ڈالتے اور ایک دوسرے کا اثر قبول کرتے ہیں، اور پھر ان سب کے باہمی تعامل سے اجتماعی زندگی کی شکلیں بنتی اور بگڑتی ہیں۔ جس شخص کو اجتماعی فلاح سے دلچسپی نہ ہو اس کے لیے تو اپنے آپ کو ان مختلف دائروں میں سے کسی ایک دائرے میں محدود کر لینا آسان ہے۔ لیکن جس کی دلچسپیوں کا مرکز یہی بنیادی مسئلہ ہو وہ تو یہ دیکھنے پر مجبور ہے کہ ان سب دائروں میں کیا ہو رہا ہے، اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ اجتماعی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے یہ عہد کر کے بیٹھ جانا محال ہے کہ وہ صرف اعتقادی یا علمی امور سے بحث کرے گا۔ کیونکہ یہ امور فی نفسہٖ اس کے مقصود نہیں ہیں بلکہ اس کو ان سے دلچسپی اس لیے ہے کہ اجتماعی زندگی کی صورت بنانے اور بگاڑنے میں یہ بھی اثر رکھتے ہیں۔ پھر جب کہ معاشی اور سیاسی امور بھی اس تاثیر میں شریک ہوں تو وہ ان کی طرف سے آنکھیں بند کیسے کر سکتا ہے؟

اس پرچے کو جاری کرنے سے میرا مقصد چند لوگوں کے لیے دماغی عیاشی کا سامان فراہم کرنا اور اس سے اپنی دنیا بنانا تو ہے نہیں۔ میرے سامنے ایک بلند ترین نصب العین ہے جس کے لیے میں نے اس رسالہ کو واسطہ بنایا ہے اور وہ نصب العین یہ ہے کہ خالص اسلامی اصولوں پر اجتماعی زندگی کی تشکیل ہو۔ اس تشکیل میں جتنے اسباب کارگر ہوں گے میں ان سب سے بحث کروں گا اور جو جو قوتیں اس میں مزاحم ہوں گی ان سب کے خلاف جنگ کروں گا۔ افکار اور نظریات اور علمی تحریکات اُن طاقتوں میں سے صرف ایک طاقت ہیں جو اجتماعی تشکیل کو اسلامی یا غیر اسلامی بنا سکتی ہیں۔ صرف انہی پر بننے اور بگڑنے کا مدار نہیں ہے۔ اگر سیاسی اور معاشی طاقتیں ہمارے نصب العین کے خلاف کام کر رہی ہوں اور وہ زمین پر مسلط ہو جائیں تو اُن کی پشت پر جو افکار و نظریات ہوں گے وہی ساری زمین پر چھا جائیں گے اور اس صورت میں ہمارا قرآنی نکات و لطائف کی شرح و تفسیر کرنا اس کے سوا کوئی معنی نہ رکھے گا کہ ہم ادبی مشاعروں کی طرح کبھی کبھی "قرآنی مشاعرے" کر کے دل بہلا لیا کریں۔ بلکہ یہ بھی چند روز